شبِ تاریک

ماہ وِش طالِب

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

افسانہ

ماہ وش طالب

شبِ تاریک

''ویسے صہیب کو امی کا تو خیال کرنا چاہیے، تنزیلہ باجی سے ناراضگی اپنی جگہ، مگر امی ابو کو کیوں اکیلا چھوڑ رہا ہے وہ۔'' فرحان کو اپنے چھوٹے بھائی کی حرکت پر افسوس تھا۔ امی ابو نے صہیب کا خیال کیا ہم تو تھے ہی بڑے فرحان...... لیکن صہیب تو بڑا......

''امی آپ کو نہیں پتا، تنزیلہ باجی جب بھی آتی ہیں پورے سال کے لیے گھر میں فساد کھڑا کر جاتی ہیں۔''

''اب کیا ہوا ہے بیٹا، تمہاری پھوپو کا رویہ ٹھیک نہیں ہوا تمہارے ساتھ؟''

''کیسے ہوسکتا ہے امی! جب تک فرح اور تنزیلہ باجی پھوپو کی برین واشنگ کرتی رہیں گی، پھوپو اگر ٹھیک ہونے بھی لگتی ہیں تو فرح ہے نا ماں کا دماغ خراب کرنے والی، اور وہ صہیب تو اپنے آگے کسی کو سمجھتا ہی نہیں ہے کچھ۔''

عائشہ بے حد دکھی تھی۔ ایک سال ہو رہا تھا شادی ہوئے، اور ان بارہ مہینوں میں پھوپو سمیت اس گھر کے ہر فرد نے خوب اصلیت دکھائی تھی اپنی۔

''کیا کرسکتے ہیں بیٹا اب، یہی تمہاری پھوپو ہیں جو تمہاری رخصتی کے وقت رو رو کر تمہارے ابو سے گلے لگی کہہ رہی تھیں۔

''بس اشتیاق، عائشہ اب میری امانت ہے، تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''اور اب دیکھو جی بھر کے خیانت کر رہی ہیں۔'' شمیم بیگم بھی اپنی بیٹی کے لیے فکرمند تھیں۔

''مجھے تو سمجھ نہیں آتی، اچھی بھلی ہوتی ہیں پھوپو، لیکن جب تنزیلہ باجی آجاتی ہیں پنڈی سے، پھوپو کے رنگ ڈھنگ ہی بدل جاتے ہیں۔ اللہ جانے مائیں کیوں اور کیسے اپنی شادی شدہ بیٹیوں اور دامادوں کو بیٹوں کے گھریلو معاملات میں دخل دینے دیتی ہیں۔ ابھی تو پھوپو کو سمجھ نہیں آرہی نا، آپ بس ایک بار صہیب اور فرح کی شادی ہو لینے دیں، اگر تنزیلہ اور یاسر بھائی کا یہی حال رہا نا، تو پھر دیکھیے گا کیسے تماشے لگتے ہیں اس گھر میں اور پورا محلّہ دیکھے گا۔ میں اور فرحان تو بے وجہ ہی بدنام رہتے ہیں۔'' عائشہ کو بھی عرصے بعد ماں سے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع ملا تھا۔

''نا بیٹی! اللہ ہمارا تماشہ لگوائے نہ ہم کسی کے تماشے دیکھیں...... سب کی بیٹیاں خوش رہیں اپنے گھر میں...... فرحان کا رویہ ٹھیک ہے نا

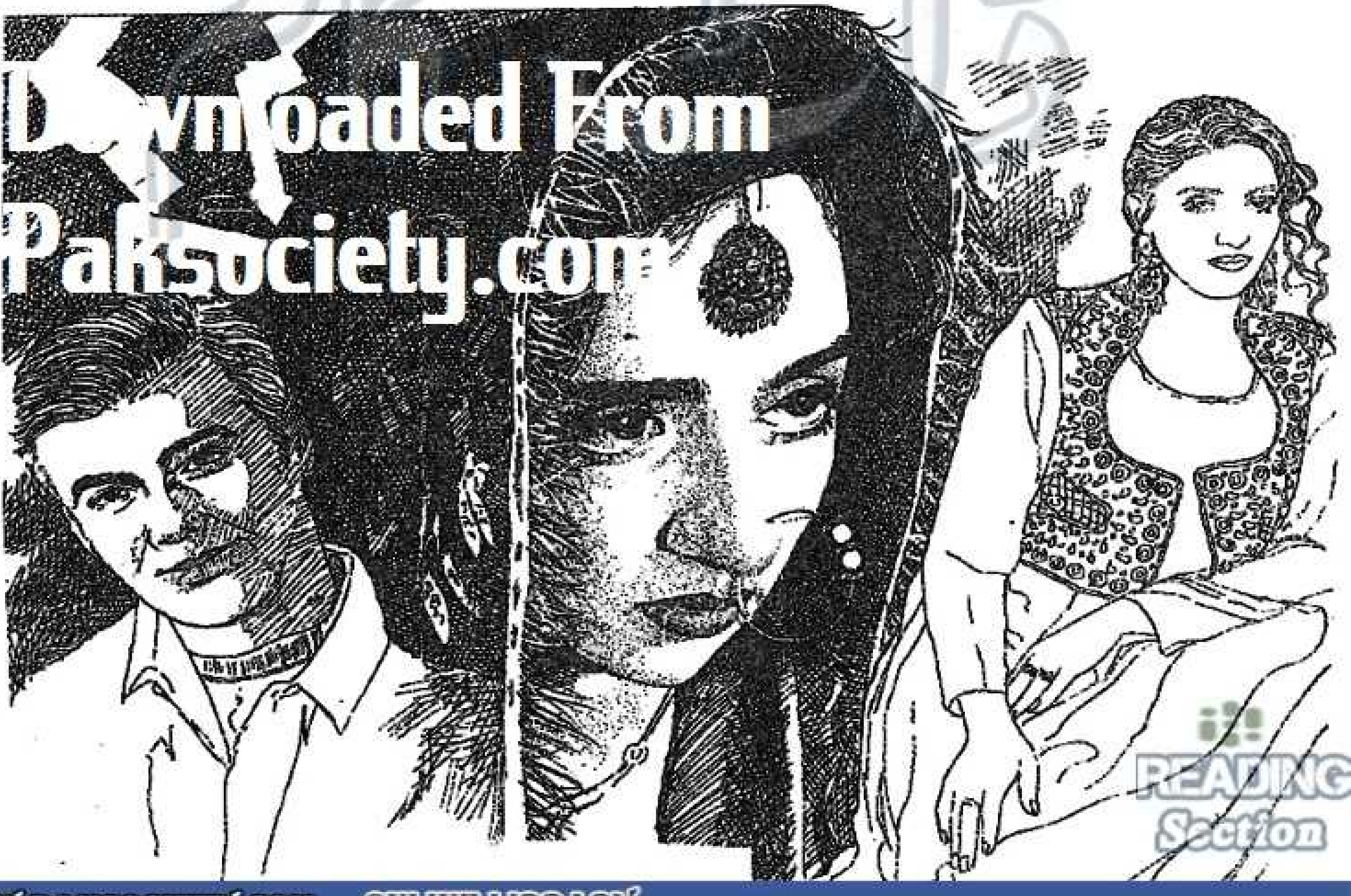
تمہارے ساتھ...... بس تم ابراہیم کی پرورش میں دل لگاؤ...... اور فرحان کے ساتھ اپنی ساس نندوں کی باتیں نہ کیا کرو۔ تھوڑا صبر سے کام لو، وقت بدلے گا، آج ان کا ہے، کل تمہارا آئے گا۔ آزمائش کا وقت ہے گزر جائے گا۔

''شاید ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں امی آپ...... چلیں میں فون رکھتی ہوں۔ ابراہیم کو بھوک لگی ہے۔ اپنا خیال رکھیے گا آپ...... اللہ حافظ۔''

وقت کے خزانے میں سے یونہی بیش قیمت لمحات پھسلتے جا رہے تھے۔ وہی فرح کی دل جلا دینے والی نظریں...... تنزیلہ باجی جب بھی گرمیوں کی چھٹیوں میں آتی، پوری دوپہر تینوں ماں بیٹیوں کی محفل جمی رہتی، دوپہر کے علاوہ رات کے کھانے کی ذمہ داری بھی عائشہ پر تھی، اور پھوپو جان بوجھ کر سبزی تب لا کر دیتیں جب فرحان کے آفس سے آنے کا ٹائم ہوتا۔ ایسی بہت سی چھوٹی چھوٹی حرکتیں پھوپو کرتی رہتیں، جو حقیقتاً دل چیر دینے والی ہوتیں۔ مگر عائشہ نے بھی سوچ لیا تھا جب صبر کرنا ہی تھا تو واویلا کر کر کے اس نیکی کو ضائع کیوں کرتی، اب وہ امی کو گھنٹہ گھنٹہ فون نہیں کرتی تھی سسرال والوں کی غیبت کرنے کے لیے، پھوپو نے ہمیشہ سے بڑے بیٹے پر چھوٹے کو فوقیت دی۔

بی اے کی جعلی ڈگری سے اُسے پرائیویٹ کمپنی میں بہت اچھی جاب ملی ہوئی تھی۔ میڈیکل فری اور ایک عدد گاڑی بھی سو پھوپو کیوں نہ صہیب کا دم بھرتیں۔ جبکہ فرحان اصل ڈگری کے ساتھ کم تنخواہ پر گزارہ کر رہا تھا۔ بیوی بچے سمیت لہٰذا انہیں بڑے بیٹے سے کوئی خاص ہمدردی نہیں تھی۔

حالات کروٹ لے رہے تھے اور پھر دیکھنے والوں نے تماشا دیکھا اور خوب دیکھا، صہیب اور فرح کی شادی ہو گئی تھی، صہیب اپنا گھر بسانے پر بضد تھا اور فرح اجاڑنے پر، بالآخر وہ دونوں کامیاب ہو گئے، فرح کی شادی اُس کے پھوپو کے بیٹے سے ہوئی تھی اور شادی کے ایک ماہ بعد



ہی اس نے اپنے شوہر پر بانجھ پن کا الزام لگا کر خلع لے لی...... عائشہ کے اب تین بیٹے ہو چکے تھے اور اب فرحان کا ارادہ تھا کہ وہ لوگ اوپر والا پورشن نئے سرے سے بنا کر وہیں رہائش اختیار کرلیں۔

''ویسے صہیب کو امی کا تو خیال کرنا چاہیے، تنزیلہ باجی سے ناراضگی اپنی جگہ، مگر امی ابو کو کیوں اکیلا چھوڑ رہا ہے وہ۔'' فرحان کو اپنے چھوٹے بھائی کی حرکت پر افسوس تھا۔'' امی ابو نے صہیب کا خیال کیا ہم تو تھے ہی برے فرحان......

لیکن صہیب تو بڑا لاڈلا اور فرمانبردار تھا اُن کا، پھر تنزیلہ باجی اور پھوپو نے کیوں کوشش کی صہیب کے بسے بسائے گھر میں آگ لگانے کی......لوگ تو دس دس سالوں تک اولاد کے لیے ترستے رہتے ہیں یہاں تو ابھی ایک سال ہی ہوا تھا، کیا گزری ہوگی صہیب کی بیوی پر، اپنی ساس اور نند کے منہ سے یہ الفاظ سن کر کہ یہ لڑکی تمہیں اولاد نہیں دے سکتی اسے طلاق دے دو۔ حالانکہ باجی کی اپنی تین بیٹیاں ہیں پھر بھی خدا خوفی نہیں کی انہوں نے......''

''صحیح بات ہے امی کو کم از کم اپنی عقل استعمال کرنی چاہیے، اپنی بیٹی اور داماد کی خوشنودی میں بیٹے سے بیر باندھ رہی ہیں۔ یہی تنزیلہ باجی تھیں جن کے آنے پر صہیب آفس سے چھٹیاں لے لیتا تھا، پورا شہر گھماتا تھا اُن کی بیٹیوں کو اور یاسر بھائی کو اپنا آئیڈیل کہتا تھا۔

''کہنا ہی تھا سگا بھائی تو غریب ٹھہرا اور بہنوئی فزکس کا مشہور پروفیسر اپنی گاڑی، بنگلہ، تلوے تو چاٹنے ہی تھے بہن بہنوئی کے......''

لیکن اب عقل ٹھکانے آئی ہے ساری......

امی نے الگ سے پورے محلے میں عزت گنوائی ہے اپنی فرح کی وجہ سے......اور محترمہ کی اکڑ پھر بھی ختم نہیں ہوئی۔'' فرحان کو بھی یاد تھے اپنے سگے بہن بھائیوں کے رویے، ابو تو شروع سے بے دام کے غلام رہے تھے امی کے، اور امی ہمیشہ سے بڑی بیٹی کی شے پر بہو سے بغض رکھتی آئی تھیں۔

لیکن وقت نے سب کو ایک دوسرے کے سامنے لاکر ایک ایک کی اصلیت دکھا دی تھی۔ چھوٹی بیٹی کی من مانی کی وجہ سے رشتے دار تو چھوٹے ہی تھے، محلّہ والوں نے بھی سلام دعا کرنا چھوڑ دی تھی اور صہیب نے بیوی کو لے کر علیحدہ گھر میں رہنا شروع کر دیا تھا۔

بوڑھے ماں باپ جائیں بھاڑ میں......

شروع شروع میں امی نے نائمہ کے خلاف صہیب کے بھی کان بھرنے کی کوشش کی، صہیب نے کیا دفاع کرنا تھا اُسی بیوی کا...... نائمہ نے ایسی زبان کی ندرت دکھائی کہ ساس صاحبہ کے چودہ طبق روشن ہوگئے اور اوپر کھڑی عائشہ نے بھی کانوں کو ہاتھ لگائے تھے۔ پھر کچھ مہینوں بعد فرح کی شادی اُس کی خالہ کی طرف طے ہوگئی۔

لڑکا نا صرف کنوارہ تھا بلکہ فرح سے دو سال چھوٹا تھا اللہ جانے پھوپو نے اپنی بہن کو کیسے منایا تھا اور بہن نے اپنے بیٹے کو......مگر جو بھی تھا یہ اکیسویں صدی کا معجزہ ہوگیا تھا کہ پورے خاندان میں...... اب امی کو اپنے سے زیادہ بیٹیوں کی فکر تھی کہ اُن کا میکہ چھوٹ رہا تھا۔

تنزیلہ باجی تو اس سال گرمیوں میں آئی ہی نہ تھیں اور فرح نے بمشکل ہفتہ گزارا تھا، پہلے تو سارے خرچے، سارے عیش صہیب کراتا تھا لیکن اب تو وہ اپنی بہنوں کی شکل دیکھنے کا روادار نہ تھا۔

اور پھوپو کو اب بارہ سال بعد پچھتاوؤں نے بڑے بیٹے کی یاد دلائی تھی۔ اکثر و بیشتر وہ اوپر عائشہ کے پاس چلی آتیں۔ فرحان ہوتا تو اس سے صہیب کی شکایتیں کر کے دل کا غم ہلکا کر لیتیں اور کبھی کبھار یوں شرمندہ نظر آتیں جیسے اپنی اور بیٹیوں کی غلطیوں کی تلافی چاہ رہی ہوں۔ فرحان اور عائشہ دیکھتے تھے، مگر بے بس تھے، سو نظریں چرا لیتے...... پھر ایک دن پھوپو نے واقعتاً معافی مانگی، لیکن فرحان کے سوالوں نے انہیں لاجواب کر دیا۔

"میرے معاف کرنے سے کیا ہوگا امی...... میری زندگی کے وہ سنہری دس سال تو واپس نہیں آسکتے نا، آپ لادیں گی مجھے اور عائشہ کو وہ گزرے دس سال، وہ خوب صورت پل جب ابراہیم کو میری شفقت کی ضرورت تھی لیکن آپ لوگوں کی زیادتیوں کا غصہ میں اس پر نکالتا رہا۔ آپ لوگوں کی دی گئی ٹینشنز کی وجہ سے عائشہ حمزہ اور علی کے ٹائم آپریشن تھیٹر جا پہنچی۔"

فرحان کے لہجے کا دکھ عائشہ کو رلا رہا تھا اور آنسو اب ماں کے دل پر گر رہے تھے۔ وہ اتنا ولی اللہ کہاں تھا کہ اپنی ماں کے لیے جزا و سزا کا فیصلہ کرتا۔ اگر اس کی ماں کو اب بھی اپنی غلطیوں کا احساس نہ ہوتا۔

تو فرحان اور عائشہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ گزرا وقت واپس کہاں آسکتا تھا، البتہ اُس کی تلخیاں زندہ تھیں۔ لیکن ضروری نہیں ہے کہ جو اذیتیں لوگ آپ کو دیں۔ جو خوشیاں لوگ آپ سے چھین لیں۔ اپنا وقت آنے پر آپ سود سمیت وہ واپس لے لیں۔ گو کہ یہ اب عائشہ کے اختیار میں تھا مگر اس نے یہ اختیار واپس اپنے رب کو سونپ دیا تھا کہ جو شب تاریک اُس کے نصیب میں لکھی تھی وہ آزمائش اس نے کاٹ لی تھی۔ اور پھوپو اپنے حصے کی سزا کاٹ رہی تھیں۔

☆☆......☆☆